خوانِ بنوریؒ سے

افادات: محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا امین اورکزئیؒ کی خوشہ چینی

(تیسری قسط)

ضبط وکتابت: مولانا محمد امین اورکزئی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ ومرسلہ: مولانا محمد طفیل کوہاٹی

☆:......حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اعلم الصحابہؓ تھے، بلکہ افضل بھی تھے باجماع الصحابہؓ، اور آپؓ کی افضلیت بالکل بدیہی تھی، دلیل کی محتاج نہ تھی۔ اس لیے مسلمان تو کیا کفارِ مکہ جاہلیت کے زمانے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؓ کا مرتبہ قرار دیتے تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اُحد کے موقع پر کہا: ''ھل فیکم محمد؟ قال: لاتجیبوہ ، قال: ھل فیکم ابن أبي قحافة؟ قال: لا تجیبوہ ، قال: ھل فیکم ابن الخطاب؟!''

☆:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور کی تشبیہ صفائی میں ورقِ مصحف سے دی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے پر دھبے وغیرہ نہ تھے، یا رُخِ انور میں ایسی جاذبیت تھی، جیسا کہ اوراقِ مصحف کلامِ الٰہی کی وجہ سے جاذبِ نظر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بھی قرآن سے تعبیر کیا گیا: ''کان خلقه القرآن'' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیرت اور صورت دونوں کے لحاظ سے قرآن کے مظہر تھے۔

☆:...... بخاری شریف کو تین سال میں پڑھایا جائے، وقت بھی دو گھنٹے ہو، روزانہ ایک ورق تک مقدارِ خواندگی ہو اور ''فتح الباری، عمدة القاری، إرشاد الساری، خیرا لجاری، توشیح'' اور ''تنقیح'' سارا سامان پیشِ نظر ہو، تب کچھ کام ہوگا۔

☆:......شیخ طوسیؒ کا قلمی نسخۂ بخاری میرے پاس ہے، بہت عمدہ ہے اور تین سو سال کا لکھا ہوا ہے اور بہت اچھا لکھا گیا ہے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ میں نے ''معارف السنن'' میں کوشش کی ہے کہ تلخیص اور تنقیح کے ساتھ تعبیر اور ترتیب بھی ایسی رکھی ہے کہ مدرس کے لیے آسان ہو تو تصنیف میں تدریس کا کام بھی کیا۔

☆:......حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تقریر میں ایسا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ مختلف مواد کو تقریر میں ایسا جوڑ دیتے تھے کہ ہم حیران رہ جاتے، مگر تصنیف میں یہ حسنِ ترتیب نظر نہیں آتی

اور ہمارا معاملہ بالعکس ہے۔ فرمایا کہ: مولانا عثمانیؒ کی تقریر کا یہ حال تھا کہ وہ اگر صرف اتنی بات کہنا چاہتے کہ ''میں دیوبند سے ڈابھیل پہنچا'' تو اس کے لیے کم از کم آدھ گھنٹہ وقت چاہیے ہوتا اور ایسے دلکش انداز میں یہی بات آدھے گھنٹہ میں بیان کرتے کہ سامع پر بالکل شاق نہ گزرے۔ [یہ تقریر حضرتؒ نے اس بات پر فرمائی کہ نماز میں اتباعِ امام کے بارے میں ائمہ کی کیا آرا ہیں؟ تو فرمایا: ''عند الثلثة علی المعاقبة'' اور ''عند الحنفية علی سبيل المقارنة.'']

☆:...... ''التحقيق فی أحاديث الخلاف لابن الجوزيؒ'' اور ''التنقيح'' [تلخيص التحقيق فی أحاديث التعليق] لابن عبدالهادی الحنبلیؒ وكلاهما لم يطبعا. دونوں نفیس کتابیں ہیں۔ ابن الجوزیؒ بڑے محقق عالم ہیں اور منصف مزاج ہیں، اپنی حنبلیت میں متعصب نہیں۔ فرمایا کہ: موضوعات پر ان کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے متشدد ہیں اور عجیب یہ ہے کہ اپنی ایک کتاب ''المدهش'' میں' جو وعظ اور نصیحت کے موضوع پر ہے' ایسی واہیات اور موضوعات ذکر کی ہیں جن پر خود انہوں نے موضوع کا حکم لگایا ہے۔ اس پر شیخ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: ''ابن الجوزیؒ پر یہ مواخذہ ہوا کہ وہ احادیث کے بارے میں متشدد ہیں اور مواعظ وغیرہ میں سخت متساہل ہیں۔''

☆:...... قمر کے نور کے مستفاد ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے، اسی طرح اگر حرارتِ شمس کو بھی مستفاد من الغیر مان لیں، تو اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ: پہاڑ اور چوٹیوں کے سرے چونکہ شفاف فضا میں ہوتے ہیں، اس لیے ان پر گرمی کم ہوتی ہے اور کثیف زمین پر جب شعاعیں پڑتی ہیں، تو در و دیوار اور سطح زمین گرم ہو جاتی ہے اور حرارت پھر اوپر کی طرف لوٹ جاتی ہے اور ہوا بھی گرم ہو جاتی ہے، یہ وجہ ہے کہ پہاڑیوں اور اونچے مقامات پر گرمی کم اور نچلے مقامات پر زیادہ ہوتی ہے۔

ایک دوسرے صاحب کے جواب میں فرمایا کہ: جہنم کو اگر زیر زمین تسلیم کیا جائے یا محیط علی العالم تو اس میں کوئی استحالہ نہیں کہ صرف شمس اس کی حرارت کو جذب کر رہا ہے اور دوسری اشیاء کو اس کی گرمی نہ پہنچتی ہو۔ ریڈیو دور سے آواز کھینچ لیتا ہے اور ہمارے کان اس کو قریب سے بھی نہیں سنتے۔ اسی طرح مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے، اور دوسری چیزیں اس کو نہیں کھینچتیں۔ خود میرا مشاہدہ ہے، ایک ہندو حکیم نے ایک دوا تیل کی بنائی تھی کہ ہتھیلی پر ڈال کر مقامِ درد کو جذب کے ذریعے پہنچتی تھی اور ہتھیلی کو نہیں جلاتی تھی اور جب اس میں پتھر، لکڑی وغیرہ کوئی چیز ڈالتے تو وہ فوراً جل جاتی، اسی طرح آتشی شیشہ جسم کو نہیں جلاتا اور کپڑے کو جلا دیتا ہے، پھر خصوصاً سیاہ کپڑے کو جلدی آگ لگا دیتا ہے بہ نسبت سفید کے، الغرض! یہ ممکن ہے کہ یہ صرف سورج کا خاصہ ہے کہ وہ جہنم کی حرارت کو جذب کر لیتا ہے اور عالم کی دوسری اشیاء جہنم کی حرارت کو محسوس نہیں کرتے۔

☆:......اِسفارِ فجر اور تاخیرِ عصر پر حنفیہ کے لیے سب سے عمدہ دلیل قرآن کریم کی آیت کریمہ ہے: ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ''اور صحیح حدیث میں طلوعِ صبح کی تفسیر نمازِ فجر اور قبل غروب کی نمازِ عصر کے ساتھ وارد ہے اور اب اگر فجر کی نماز تغلیس اور عصر کی مثل ثانی میں پڑھ لی جائے تو قرآن کریم کی تعبیر اس کے موافق نہیں ہوگی۔

☆:......حضرت مولانا عثمانیؒ کے واسطہ سے ہمارے شیخ المشائخ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ: قرآن کریم کی کسی آیتِ کریمہ میں اگر اشارہ موجود ہو تو وہ مجھے صحیح حدیث سے زیادہ پسند ہے اور صحاحِ ستہ کی احادیث میں اشارہ غیر صحاح کی احادیثِ صریحہ سے زیادہ پسند ہے، یہ آپ کا ذوق تھا اور بہت لطیف اور نفیس بات فرمائی ہے۔

☆:......بعض روایات میں مختلف تعبیرات آتی رہتی ہیں اور ایک مضمون مختلف طریقوں سے ادا کیا جاتا ہے، اس موضوع پر تنبیہ فرماتے ہوئے حضرت شیخؒ نے کہا کہ: بخاری میں ادب کا کافی ذخیرہ ہے، اگر آدمی غور کرے۔ فرمایا کہ: حضرت شیخ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: کسی شیعی نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے پاس ادب کی تین کتابیں ہیں: قرآن کریم، صحیح بخاری، ہدایہ۔ فرماتے تھے کہ: شیعی فاضل نے ٹھیک کہا ہے۔

☆:......حضرت شیخ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: مجھ سے ایک عالم نے پوچھا کہ: آپ فتح القدیر جیسی کتاب لکھ سکتے ہیں؟ تو میں نے کہا: ہاں، پھر پوچھا کہ ہدایہ جیسی؟ تو میں نے کہا: چھ سطر بھی نہیں۔

☆:......''ولیمہ'' خوشی کے موقع پر طعام کو کہتے ہیں۔ اور ''وضیمہ'' مصیبت وغمی کے موقع پر بنائے گئے طعام کو کہتے ہیں۔ ''عجالہ'' وہ طعام جو جلدی سے تیار کیا گیا ہو اور ''نزل'' باہر سے آئے ہوئے مہمان کے لیے بنائے گئے طعام کو کہتے ہیں، اس طرح طعام کے کل پندرہ نام ہیں۔ تفصیلات **فقه اللغة للثعالبي** میں دیکھئے۔

☆:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آثار کے تتبُّع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی ایسی چیز پر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاق فرماتے ہیں، جس کے لیے سنت میں کوئی اصل ہو، اگرچہ اس کے ساتھ آپؓ کی اپنی رائے کا امتزاج بھی ہو، اس لیے صحابیؓ جب کہے کہ یہ سنتِ رسول ہے تو اس میں بڑے احتیاط کی ضرورت ہے، تاکہ یہ معلوم ہو کہ اصل سنت کیا ہے اور صحابیؓ کی اپنی رائے کا اس میں کتنا دخل ہے؟

قلتُ: وهٰذا من دأب شيخنا العلام يسمح بمثل هٰذه الدرر والغرر ويجود بمثل هٰذه الفوائد والفرائد كأنها الخذف والحصٰى غير مبال بها وكأنه يتكلم بما يعرفه الناس كافة.

☆:......حدیث میں تقدیم عِشاء علَی العَشاء کا جو حکم ہے تو وہ صحابہؓ جیسے فاقہ کشوں کے لیے ہے

اور ہم جو روزانہ چار مرتبہ کھاتے ہیں، ہمارے لیے اس کی گنجائش نہیں۔

☆ :......حدیث ابن عباسؓ بخاری[ص:۱۰۶] ’’**قرء النبي ﷺ فیما أمر وسکت فیما أمر وماکان ربک نسیا**‘‘ حجیتِ حدیث کے بارے میں بہت عمدہ اور قوی دلیل ہے۔

☆ :......انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد تو بنصِ صحیح قبور میں محفوظ ہوتے ہیں، یہ اُن کے لیے قانونِ کلی ہے، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے صلحاء کے اجساد بھی عموماً محفوظ ہوتے ہیں، چنانچہ بارہا مشاہدہ ہوا ہے اور یہ بطور اکرام واعزاز کے ہوتا ہے۔ اس بارے میں تاریخی وقائع ’’**لاتعد ولاتحصی**‘‘ ہیں، **ولایمکن أن تعد** . وفاء الوفاء للسمہودی وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ایک سو سال کے بعد ایک موقع پر محفوظ دیکھا گیا ہے اور جنت البقیع میں موتی کے تدفین کے مواقع پر عموماً یہ مشاہدہ ہوتا ہے اور سنا ہے کہ حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ٹانگ بھی چھ مہینے کے بعد سالم پائی گئی۔

☆ :......عرب کو ’’اُمیّین‘‘ کہنے کی وجہ بعض نے یہ لکھی ہے کہ یہ اُم القریٰ کی طرف منسوب ہے، مگر صحیح توجیہ وہی ہے جو کہ حدیث میں وارد ہے کہ ’’**نحن أمة أمیة لانکتب ولانحسب**‘‘ یعنی عرب عام طور پر حساب وکتاب سے نابلد تھے، بخلاف یہود ونصاریٰ وغیرہ اقوام کے کہ وہ ان چیزوں میں ماہر تھے۔

☆ :......’’**فطرۃ**‘‘ سے مراد انسان کی وہ فطری اور خلقی صلاحیت اور استعداد ہے جس کی بنا پر وہ حق کو قبول کر سکے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ’’انسان یہودی اور نصرانی ہونے کے باوجود بھی مکلّف ہوتا ہے اور تکلیف اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں قبولِ اسلام کی استعداد موجود ہے۔‘‘ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے استعداد کے اعتبار سے تین مراتب ہیں: ایک تو یہ کہ ولادت کے بعد وہ اس صحیح توحید اور اسلام کے عقیدہ پر پیدا ہوتا ہے، جس کی تلقین اس کو عالمِ ذر میں کی گئی تھی اور اس حالت میں اس میں قبولِ حق کی استعدادِ قریبہ موجود ہوتی ہے، پھر آگے ماحول کے اعتبار سے اور غلط تربیت کی وجہ سے بعض اوقات غلط راستہ اختیار کر لیتا ہے اور اس وقت بھی اس میں قبولِ حق کی استعداد موجود ہوتی ہے، مگر بعید اور کمزور۔ اور تیسرا مرتبہ ختم علی القلب اور طبع علی القلب کا ہے کہ انسان اپنی ضد اور تعنُّت کی وجہ سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اپنی استعداد اور صلاحیت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے [اس مرتبہ میں بھی استعداد بالکلیہ مسلوب نہیں ہوتی، کیونکہ تکلیف اس وقت بھی بحال ہوتی ہے، مگر ضعف اور شدتِ بُعد کی وجہ سے کالعدم قرار دی جاتی ہے۔]

☆ :......وضعِ جریدہ کے متعلق حدیث وارد ہے اور اس پر بخاریؒ نے جو باب باندھا ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بخاریؒ اس فعل کو عام سنت بتلانا چاہتے ہیں، مگر آگے فسطاط کے ہٹانے کے اثر کو لاکر شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فعل بے فائدہ ہے۔ اس لیے شراح کو بخاری کی مراد سمجھنے میں دقت پیش آئی اور کوئی واضح مقصد اس کا متعین نہیں ہوا۔ [شاید بخاری جریدہ اور غیر جریدہ میں فرق کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ وضعِ جریدہ تو مسنون اور اس کے علاوہ غیر مفید ہے۔] بہرحال اصلی بات یہ ہے کہ وضعِ جریدہ عام سنت نہیں، یہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، اس لیے کہ جس مقصد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جریدہ رکھا تھا، اس کا حاصل ہونا اُمت کے لیے ناممکن الحصول ہے، کیونکہ جریدہ رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو یقینی علم ہو کہ صاحبِ قبر معذب ہے اور پھر خود بھی وہ اس مقام کا آدمی ہو کہ اس کے دست کی برکت سے تخفیف فی العذاب متوقع ہو اور ظاہر بات ہے کہ اگر یہ عام سنت ہوتی تو سارے صحابہؓ اس پر عمل کرتے، سوائے بریدہؓ کے تمام صحابہؓ کا تعامل اس پر دلیل ہے کہ یہ عام سنتِ تشریعی نہیں تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ خاص تھی۔

☆:...... قاتلِ عمد اور قاتلِ نفس کے متعلق خلود فی النار کی وعید تغلیظاً وارد ہے، ورنہ یہ دونوں کبائر میں سے ہیں جس سے آدمی کافر نہیں ہوتا اور نص شاہد ہے کہ شرک کے علاوہ تمام گناہ قابلِ عفو ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اعمال صالحہ ہوں یا سیئہ، ان کے متعلق احادیث میں جو سزا و جزا اور وعد و وعید کا ذکر ہے وہ اس خاص عمل کا اصل مزاج اور خاصیت ہے، لیکن یہ عمل جب دوسرے اعمال کے ساتھ مل جاتا ہے تو اپنی خاصیت پر باقی نہیں رہتا، بلکہ اس کے مزاج اور اثر میں تبدیلی آجاتی ہے، جیسا کہ کتبِ طب میں مفردات کے خواص مذکور ہیں، لیکن جب ان کو آپس میں ملا کر مرکب تیار کیا جائے، تو پھر اس کا اثر بالکل علیحدہ ہو جاتا ہے، یہ عمدہ اور سہل تقریر ہے اس قسم کے مواقع کے حل کرنے کے لیے۔

☆:...... مرنے کے بعد بعثت تک برزخ میں جو عبوری اور درمیانی دور ہے، اس کے لیے ''عذاب القبر'' کا عنوان ہے، مرنے کے بعد انسان جس حالت میں ہو، جہاں بھی ہو، ذرۂ خاک ہو، قطرۂ خون یا رماد ہو، بر میں ہو یا بحر میں ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے ملک اور علم اور قدرت سے باہر نہیں، اس لیے اس کو راحت یا عذاب دینا آسان ہے، عذابِ قبر کے مسئلہ پر اہل السنۃ اور اہل الاعتزال کا اجماع ہے سوائے بشر مریسی اور ذوارۃ بن عمرو کے کہ صرف یہ دونوں اس کے منکر ہیں۔ قرآنی آیات تقریباً اس بارے میں قطعی الدلالت ہیں اور احادیث متواتر ہیں۔ عذابِ قبر کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: میرے نزدیک اگر اصل عذاب سے مطلقاً انکار کرے تو کفر میں شک نہیں اور تفصیل و کیفیت میں اختلاف ہو تو کفر نہیں ہوگا۔ باقی معصیت اور طاعت جسم و روح دونوں کے اشتراک سے ہوتے ہیں، اس لیے عذاب اور راحت بھی دونوں کو ہوگا اور دونوں کے درمیان موت کے بعد بھی رابطہ قائم ہوتا ہے، موت سے انفصال تو ہو جاتا ہے، مگر انقطاع کلیۃً نہیں ہوتا۔ علماء نے روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی پانچ اقسام لکھی ہیں: ایک: بحالتِ جنین جو سب سے کمزور تعلق ہے، دوسری: ولادت کے بعد، پھر یہ دو قسم کا ہے: ایک بحالتِ یقظہ، دوسرا بحالتِ نوم۔ چوتھی قسم: برزخ میں، اور پانچویں بعثت کے بعد حشر میں، اور یہ سب سے اقویٰ ہے، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الروح'' اور ہمارے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح فقہ اکبر'' میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔ **(جاری ہے)**

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....